منصور اصغر راجہ
(پہلی قسط)

سابق قادیانی مربی محمد نذیر کی کہانی......ان کی اپنی زبانی

محمد نذیر سابق قادیانی مربی ہیں۔ وہ جھنگ کے ایک معروف قادیانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان کی قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام سے قریبی رشتہ داری ہے۔ انہوں نے جامعہ احمدیہ چناب نگر میں پانچ سالہ خصوصی کورس کرنے کے بعد بطور مربی دس سال تک پنجاب اور سندھ میں قادیانیت کا پرچار کیا۔ 2005ء میں انہوں نے جماعت احمدیہ سے جب کنارہ کشی اختیار کی تو انہیں ''راہِ راست'' پر لانے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے گئے۔ لیکن ان پر ڈھائے جانے والے مظالم انہیں اپنے مؤقف پر مزید پختہ کرتے رہے اور نورِ ایمان ان کے دل میں گھر کرتا چلا گیا۔ انہوں نے 26 فروری 2014ء کو ایوانِ اقبال لاہور میں منعقدہ ''فتح مباہلہ کانفرنس'' کے موقعہ پر اردن کے ایک اسلامی سکالر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ محمد نذیر کا ظلمت سے نور تک کا یہ سفر ایمان افروز بھی ہے اور دل گداز بھی۔ ان کی داستانِ حیات نذرِ قارئین ہے۔

''میرا نام محمد نذیر ہے۔ میں 1973ء میں جھنگ کے ایک قادیانی گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے والد غلام حسین جماعت احمدیہ جھنگ کے سرکردہ ارکان میں سے تھے۔ انہوں نے پچاس کی دہائی کے اوائل میں قادیانی مذہب اختیار کیا۔ وہ 22 سال تک جماعت احمدیہ جھنگ کے صدر رہے۔ والدہ 6 سال تک قادیانی خواتین کی تنظیم ''لجنہ اماء اللہ'' کی ضلعی صدر رہیں۔ بڑے بھائی محمد رفیع 6 سال تک انجمن خدام الاحمدیہ جھنگ کے صدر رہے۔ مشہور قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام ہمارے قریبی عزیز تھے۔ میری شادی بھی انہی کی فیملی میں ہوئی۔ میری سابقہ قادیانی بیوی ان کی بھانجی ہے۔ میرے والد نے میری پیدائش کے وقت ہی مجھے احمدیت کی خدمت کے لیے وقف کرنے کا اعلان کر دیا لہٰذا مجھے اب مربی (مبلغ) ہی بننا تھا۔ جب ہوش سنبھالا تو گورنمنٹ پرائمری سکول برانچ نمبر 2 جھنگ میں داخل کرا دیا گیا۔ وہاں دو قادیانی اساتذہ، ماسٹر دوست محمد اور ماسٹر ولی محمد تعینات تھے۔ وہ سکول میں داخل ہونے والے قادیانی بچوں پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے مجھے پڑھانے کے ساتھ ساتھ میری ''مذہبی'' تربیت بھی شروع کر دی۔ ایک روز ایسا ہوا کہ سکول کے اوقات میں جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو اپنے کچھ ہم جماعت مسلمان دوستوں کی دیکھا دیکھی میں بھی نماز پڑھنے مسجد چلا گیا۔ واپسی پر ان دونوں ٹیچرز نے مجھے زمین پر لٹا کر ڈنڈوں سے خوب پٹائی کی۔ مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی کہ یہ لوگ نماز پڑھنے پر مجھے کیوں مار رہے ہیں۔ بعد میں ان دونوں نے مجھے تنہائی میں لیجا کر سمجھایا کہ ''جن لڑکوں کے ساتھ تم نماز پڑھنے گئے تھے، وہ کافر ہیں اور ہم مسلمان ہیں۔ آئندہ ان کی مسجد میں بالکل نہیں جانا''۔ یہ میری تربیت کا پہلا ''سبق'' تھا۔ انہوں نے مجھے دوسرا سبق یہ دیا کہ مسلمان علماء کے قریب بھی نہیں پھٹکنا۔ وہ علماء کو جادوگر کہتے اور ان سے میل جول

اور بات چیت سے سختی سے منع کرتے تھے۔ 1992ء میں اسلامیہ ہائی سکول جھنگ سے میٹرک کرنے کے بعد اپریل 1992ء میں مربی کے خصوصی کورس کے لیے میں جامعہ احمدیہ چناب نگر میں داخل ہوا۔ جامعہ احمدیہ میں احمدیت کے ''مذہبی سکالر'' تیار کرنے کے لیے دو کورس کرائے جاتے ہیں جن میں پانچ سالہ کورس ''مبشر'' اور سات سالہ کورس ''شاہد'' کہلاتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ ''شاہد'' کورس کرنے والا اپنے فن کا سپیشلسٹ ہوتا ہے۔ یہ کورس کرنے والوں کو تخصص کرایا جاتا ہے۔ میرا داخلہ ''مبشر'' کورس کے لیے ہوا تھا۔ کورس کرنے والے طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام جامعہ کے اندر ہی تھا۔ اُس دور میں جامعہ کے ہر طالب علم کو 1700 روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ ہر طالب علم کے تمام اخراجات جماعت برداشت کرتی تھی۔ میری معلومات کے مطابق جامعہ احمدیہ میں مربی کا کورس کرنے والے ایک طالب علم پر 20 ہزار روپے ماہانہ خرچ ہوتے ہیں۔ اگر پانچ سال کا حساب کیا جائے تو ایک مربی تیار کرنے پر جماعت احمدیہ بارہ لاکھ روپے خرچ کرتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر طالب علم سے اس کو ملنے والے وظیفے میں سے 16 فیصد بطور چندہ، جماعت ضرور وصول کرتی تھی۔ ہماری کلاس کا آغاز صبح چھ بجے ہوتا اور دوپہر ایک بجے چھٹی ہوتی تھی۔ پہلے سال نورانی قاعدہ یسرنا القرآن سے ہماری پڑھائی کا آغاز ہوا اور ساتھ ساتھ ''سیرت مسیح موعود'' بھی پڑھائی جانے لگی۔ اس کے علاوہ دیگر عصری علوم بھی سبق میں شامل تھے۔ اگلے سال وفات مسیح کے متعلق قرآن مجید کی قریباً 30 آیات کا ترجمہ اور قادیانی جماعت کی تفسیر کے علاوہ ''تذکرہ'' کو بھی سبق میں شامل کر دیا گیا۔ ''تذکرہ'' مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات اور ''وحی'' (نعوذ باللہ) پر مشتمل کتاب ہے جو قادیانیوں کے نزدیک قرآن مجید کے برابر بلکہ اس سے بھی افضل کتاب خیال کی جاتی ہے۔ ''تذکرہ'' پڑھاتے ہوئے ہمارے استاد ہمیں بتایا کرتے کہ اگر قرآن مجید کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو ''تذکرہ'' کے ایک حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں۔ تیسرے سال جماعت احمدیہ کی مخصوص کتب پڑھانے کے علاوہ ہمیں نمازوں کے اوقات میں چناب نگر کی قادیانی عبادتگاہوں میں نماز کی امامت کے لیے بھی بھیجا جانے لگا۔ جماعت نے اپنی مرضی کی کچھ احادیث کو توڑ مروڑ کر ''صدیقۃ الصالحین'' کے نام سے ایک مجموعہ احادیث بھی تیار کر رکھا ہے۔ یہ کتاب اکثر قادیانیوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔ ہمارے نصاب میں بھی یہ کتاب شامل تھی۔ ابھی ہمیں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اسلام آباد کا رہائشی سعید نامی لڑکا میرا ہم جماعت تھا۔ سعید اور نفیس دونوں کزن تھے اور وہاں مربی کا کورس کرنے آئے تھے۔ سعید بے حد خوبصورت، گورا چٹا اور بھولا بھالا سا تھا۔ ایک روز کلاس ختم ہونے کے بعد جب ہم ہاسٹل واپس آئے تو سعید نے اپنا بستر اور دیگر سامان باندھنا شروع کر دیا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو اس کی آنکھیں بھر آئیں لیکن وہ کچھ بتانے کو تیار نہ ہوا۔ بس خاموشی سے اپنا سامان سمیٹتا رہا۔ جب ہم نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل نے اس کے ساتھ بدفعلی کی ہے لہٰذا اب وہ یہاں ایک پل بھی رکنے کو تیار نہیں۔ سعید کی اس بات پر ہمیں شدید غصہ آیا کیونکہ ہمارے پرنسپل تو ''مرزا صاحب'' (غلام احمد قادیانی) کی فیملی کے قریبی عزیزوں میں سے

تھے۔ ہمیں تو وہ چلتے پھرتے فرشتہ دکھائی دیتے تھے۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ پرنسپل ایسے گھٹیا حرکت کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کئی روز تک سعید کو گالیاں دیتے رہے۔ سعید کے والد غالباً فوجی افسر تھے۔ جب یہ معاملہ جماعت کے مرکزی ذمہ داروں تک پہنچا تو انہوں نے سعید کے والد کو بلوالیا۔ سعید کے والد نے اسے جامعہ میں ہی رکنے پر زور دیا لیکن اس نے اپنے والد سے کہا کہ وہ اسے گولی مار دیں یا گھر سے نکال دیں، لیکن وہ اب جامعہ میں پڑھے گا نہ یہاں رہے گا۔ بالآخر وہ واپس اپنے گھر چلا گیا جبکہ اس کے کزن نفیس نے کورس مکمل کیا اور وہ اب بھی مربی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ مربی کی تعلیم وتربیت کے دوران چند باتوں پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ہر مربی کے لیے انگریزی زبان پر مکمل عبور حاصل کرنا ضروری ہے، کیونکہ اسے کسی بھی وقت کسی بھی ملک میں قادیانیت کے پرچار کے لیے بھیجا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں آکسفورڈ کی کتابیں پڑھائی جاتیں جس کے لیے ماہر اساتذہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ دورانِ تعلیم کھیلوں میں حصہ لینا لازمی تھا۔ ہر مربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی کھیل کا بہترین کھلاڑی بھی ہو۔ جامعہ احمدیہ میں کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، والی بال، بیڈمنٹن اور کبڈی کھیلنے کا مکمل انتظام موجود تھا اور ہر طالب علم کو کسی نہ کسی کھیل میں ضرور حصہ لینا پڑتا۔ طالب علم کے لیے دورانِ تعلیم ڈرائیونگ سیکھنا بھی ضروری ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس پانچ سالہ کورس کے دوران ہر طالب علم کو ہومیوپیتھی لازمی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے لیے بھی ماہر اساتذہ کا انتظام جامعہ احمدیہ میں موجود ہے۔ ہر طالب علم کو مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک قابل ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی بنایا جاتا ہے کیونکہ عملی میدان میں قادیانیت کے پرچار کے لیے لوگوں سے راہ ورسم بڑھانے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

''1996ء میں جامعہ احمدیہ سے فراغت کے بعد میری پہلی تعیناتی ضلع حافظ آباد کے موضع پیر کوٹ ثانی میں ہوئی۔ اس گاؤں میں قادیانی اکثریت میں ہیں اور ہر لحاظ سے طاقتور بھی ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک اس گاؤں کو بڑی مقدس حیثیت حاصل ہے کیونکہ یہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے تین مصاحبین کی قبریں بھی ہیں۔ اس گاؤں میں میری تعیناتی ایک طرح کی ہاؤس جاب تھی۔ یہاں سے ٹریننگ لینے کے بعد مجھے ضلع منڈی بہاء الدین کے دیہات ''رجوعہ'' اور ''مرالہ ملکھناں والی'' بھیج دیا گیا۔ چند ماہ وہاں گزارنے کے بعد میری پوسٹنگ ضلع گجرات کے علاقوں ''ڈنگہ'' اور ''کنجاہ'' میں ہوگئی۔ میں ایک سال تک ان چار سٹیشنز پر کام کرتا رہا اور اس عرصے میں یہاں کے 16 مسلمانوں کو میں نے قادیانی بنایا۔ پہلے سال ہی اس حیران کن کارکردگی کی وجہ سے میں جماعتی قیادت کی نظروں میں بھی آگیا اور اس کے ساتھ ہی مجھے ملنے والی مراعات اور پروٹوکول میں اضافہ ہونے لگا۔ یہ جماعت کا اصول ہے کہ جو مربی جتنے زیادہ مسلمانوں کو قادیانی بنائے، اسے اتنی ہی زیادہ ترقی دی جاتی ہے۔ ویسے عام طور پر بھی مربی کو ماہانہ تنخواہ کے علاوہ بھی کافی مراعات حاصل ہوتی ہیں۔ میں جب 1996ء میں فیلڈ میں آیا، اُس وقت ایک مربی کی ماہانہ تنخواہ دس ہزار روپے تھی۔ میڈیکل اور بچوں کی تعلیم فری تھی۔ اگر ملک میں علاج ممکن نہ ہوتا تو جماعت اپنے خرچے پر بیرون ملک علاج کے لیے بھجواتی۔ جس علاقے میں تعیناتی ہوتی، وہاں

ایک وی آئی پی گھر ملتا۔ موسم کی مناسبت سے ہر سال نیا بستر دیا جاتا۔ کھانا الاؤنس الگ تھا۔ چناب نگر آنے جانے کا ٹی اے ڈی اے دیا جاتا۔ گرمیوں اور سردیوں میں قیمتی کپڑوں کے تین تین جوڑے بنوا کر دیئے جاتے۔ ابتداء میں سائیکل دی جاتی، جس کی دیکھ بھال کے لیے ماہانہ 200 روپے الگ ملتے تھے۔ بہترین کارکردگی دکھانے پر اگلے مرحلے میں نئی لینڈ کروزر دی جاتی۔ البتہ مربی کے لیے موٹر سائیکل چلانے پر سخت پابندی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شروع شروع میں مربی کو سائیکل کے بعد موٹر سائیکل ہی دی جاتی تھی لیکن پھر مختلف علاقوں میں چند مربی موٹر سائیکل چلاتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہونے سے مارے گئے۔ ان حادثات کے بعد جماعت کے مرکزی ذمہ داران سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور پھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ جماعت کے پاس پہلے ہی مربی قلیل تعداد میں ہیں لہٰذا ان حادثاتی اموات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ آئندہ کوئی مربی موٹر سائیکل نہیں چلائے گا۔ اس کے ساتھ ہی مربیوں کو موٹر سائیکل کی فراہمی بند کر دی گئی''۔

''مربی کا براہ راست ناظر امور عامہ سے رابطہ ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے دو طاقتور ترین ذیلی انتظامی ادارے ناظر امور عامہ اور دفتر عمومی ہیں۔ دفتر عمومی صرف چناب نگر میں قادیانیوں کے معاملات کو ڈیل کرتا ہے اور ناظر امور عامہ پورے ملک کے قادیانیوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ مسلمانوں کو قادیانیت کی طرف مائل کرنے کے لیے ہر مربی دو بنیادی ہتھیاروں خوش اخلاقی اور چرب زبانی سے تو لیس ہوتا ہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی دوران تعلیم مسلمانوں کو پھانسنے کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ مربی کا پہلا ٹارگٹ انتہائی غریب مسلمان ہوتے ہیں۔ وہ ان کی کمزور مالی حالت اور معاشی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے قریب ہوتا ہے۔ مربی کی سفارش پر جماعت ''ٹارگٹ'' کی مالی معاونت کے لیے فنڈ جاری کرتی ہے۔ اس کے لیے کوئی لگی بندھی رقم نہیں ہوتی بلکہ لامحدود فنڈ ہوتا ہے۔ ''ٹارگٹ'' کی مالی حالت کے پیش نظر مربی جتنی رقم چاہے، جاری کرا سکتا ہے۔ مربی کی سفارش کو جماعت شاذ و نادر ہی رد کرتی ہے۔ مالی معاونت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ''ٹارگٹ'' کی برین واشنگ بھی شروع کر دیتا ہے جس کا نتیجہ اکثر کامیابی کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایک مربی کے لیے لازم ہوتا ہے کہ وہ ایک وقت میں کم از کم دس مسلمانوں کو قادیانیت کا پرچار کرے۔ مربی کا دوسرا بڑا ٹارگٹ وہ کھاتے پیتے امیر مسلمان ہوتے ہیں جو دین سے دور ہوں۔ ان میں سے بھی خاص طور پر وہ لوگ مربی کے لیے انتہائی آسان ہدف ثابت ہوتے ہیں جو علمائے کرام سے الرجک رہتے ہوں اور ان سے میل ملاقات اور ان کی مجالس میں بیٹھنا پسند نہ کرتے ہوں۔ ایسے لوگوں سے راہ و رسم بڑھانے کے بعد مربی انہیں اپنی عبادتگاہ ''بیت الذکر'' آنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ والا ''ٹارگٹ'' جب قادیانی عبادتگاہ میں داخل ہوتا ہے تو مربی اس پر پہلا حملہ یہ کرتا ہے کہ اسے نماز پڑھ کر دکھاتا ہے اور نماز کے بعد دعا نہیں مانگتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوال اٹھا دیتا ہے کہ ہم نماز کے بعد دعا اس لیے نہیں مانگتے کہ نماز بذات خود دعا ہے۔ بعد میں دعا مانگنے کا کوئی جواز نہیں۔ اپنے دعوے کے حق میں مربی چند آیات بھی پیش کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ بڑے غیر محسوس انداز میں اپنے ''ٹارگٹ'' کو یہ باور کراتا ہے کہ جو لوگ (یعنی مسلمان) نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں وہ غلط ہیں اور ہم صحیح ہیں۔

''ٹارگٹ'' پر اگلا حملہ کرنے کے لیے مربی کسی قادیانی بچے کو بلا کر اس سے پہلا کلمہ سنواتا ہے۔ جب ''ٹارگٹ'' یہ دیکھتا ہے کہ ایک قادیانی بچہ بھی وہی کلمہ پڑھ رہا ہے جو ایک مسلمان بچہ پڑھتا ہے تو وہ تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے اور مولوی کو کوستے ہوئے اسے مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کرنے کا الزام دینے لگتا ہے۔ اب مربی کا کام آسان ہو جاتا ہے کیونکہ زمین ہموار ہو جاتی ہے۔ پھر وہ پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو ''ٹارگٹ'' کے سامنے ایک ولی، بزرگ اور مجدد کے روپ میں پیش کرتا ہے۔ پھر ظلی بزوری نبی کے طور پر متعارف کراتا ہے اور آخر میں اپنے ''ٹارگٹ'' کو اس بات پر لے آتا ہے کہ آخری نبی تو بس ''مرزا صاحب'' ہی ہیں (نعوذ باللہ)۔ یہ مربی کا مخصوص طریقہ واردات ہوتا ہے۔''

''میں نے پنجاب میں ڈیوٹی کے دوران حافظ آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، منڈی بہاء الدین، فیصل آباد اور بہاولنگر میں کام کیا۔ بہاولنگر کی تحصیل فورٹ عباس کے چک نمبر 223 نائن آر میں تعیناتی کے دوران مجھے صحیح اندازہ ہوا کہ جامعہ احمدیہ میں دوران تعلیم کھیلوں میں حصہ لینا کیوں لازمی ہے اور اس کی کیا افادیت ہے۔ میں دور طالب علمی میں بطور بلے باز کرکٹ کا ایک اچھا کھلاڑی رہا ہوں۔ بعد میں بھی پریکٹس جاری رکھی۔ اس گاؤں میں بھی قادیانی بہت طاقتور اور اکثریت میں تھے۔ میں بھی شام کے وقت مقامی لڑکوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتا۔ اسی دوران ایک میچ میں ایک مسلمان بالر لڑکے کو میں نے چار گیندوں پر لگاتار چار چھکے مارے۔ اس شاندار بیٹنگ نے مقامی مسلمان لڑکوں کو میرا گرویدہ بنا دیا۔ اب وہ میرے ساتھ کھل کر اٹھنے بیٹھنے لگے۔ جب تعلق بڑھا تو وہ مجھے اپنی ٹیم کی طرف سے دوسری ٹیموں کے ساتھ کھیلنے کی دعوت دینے لگے۔ وہ جب بھی کھیلنے کی دعوت دیتے تو میں جواباً ان کے سامنے کبھی بیت الذکر آنے، کبھی میرے ساتھ مل کر نماز پڑھنے اور کبھی میرا خطبہ سننے کی شرط رکھ دیتا۔ بس اس کھیل ہی کھیل میں، میں نے گیارہ ماہ میں اس گاؤں کے 12 مسلمان لڑکے قادیانی بنا دیئے۔''

''جماعت کی طرف سے مربی کو مسلمان علماء کے ساتھ بحث مباحثے اور مناظرے سے سختی سے منع کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں قادیانی اکثریت میں ہوں، وہاں وہ مسلمانوں کا ناطقہ بند کرنے کا کوئی موقعہ ضائع نہیں جانے دیتے۔ میں وزیر آباد کے قریب قادیانیوں کے اکثریتی گاؤں ''کھیوے والی'' میں تعینات تھا۔ وہاں میں نے ایک مسلمان کو قادیانیت کی دعوت دی تو اس نے مجھے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ میں نے بھی جوش میں آ کر چیلنج قبول کر لیا۔ ان لوگوں نے اگلے روز سرگودھا کے مشہور عالم مولانا اکرم طوفانی کو بلا لیا۔ جماعت کو خبر ہوئی تو مجھے مناظرہ کرنے سے سختی سے روک دیا گیا۔ مولانا اکرم طوفانی آئے، انہوں نے ردِ قادیانیت پر بڑی سخت تقریر کی اور ساتھ ہی میرا نام لے کر مجھے بھی خوب لتاڑا۔ اتفاق کی بات تھی کہ گاؤں کے اردگرد ساری اراضی قادیانی زمینداروں کی ملکیت تھی۔ مسلمانوں کو اس میں سے گزر کر اپنے رقبے پر جانا پڑتا تھا۔ میں نے انہیں سبق سکھانے کے لیے قادیانی زمینداروں کی میٹنگ بلا لی۔ باہم مشورے سے حکمت عملی طے کی اور اگلے روز اس پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ قادیانی لڑکے ڈنڈے لے کر اپنی زمینوں پر کھڑے ہو گئے۔ جو بھی مسلمان وہاں

سے گزرتا وہ اس کی پٹائی کرتے۔ مجبوراً مسلمانوں کو قادیانیوں سے معافی مانگنی پڑی''۔

''اسی دوران 1998ء کی مردم شماری شروع ہوگئی۔ جماعت احمدیہ کے ذمہ دار سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ کس طرح قادیانیوں کی آبادی زیادہ شو کی جائے۔ بالآخر باہمی مشورے سے ایک منصوبہ طے پایا اور مربیوں کے ذریعے اس پر عمل درآمد شروع کردیا گیا۔ اس سلسلے میں میری ڈیوٹی اندرون سندھ ضلع تھرپارکر میں لگائی گئی۔ میں نے وہاں مردم شماری ڈیوٹی کرنے والے مقامی ٹیچرز سے رابطہ کیا۔ ان کے ساتھ معاملات طے ہوئے اور پھر میں نے انہیں کچی پنسلیں خرید کر دیں۔ وہ سارا دن ان پنسلوں سے مردم شماری فارم پُر کرتے۔ شام کو ساری فائلیں اٹھا کر میری قیام گاہ پر لے آتے اور میرے سامنے بیٹھ کر کچی پنسل سے لکھا، مٹا کر پکی پنسل کے ساتھ مذہب کے خانے میں مسلمانوں کے ناموں کے آگے بھی احمدی لکھتے جاتے اور بدلے میں منہ مانگا معاوضہ وصول کرتے۔ اس ''پروجیکٹ'' پر کام کے دوران میں نے ان ٹیچرز پر جماعتی فنڈ میں سے سات لاکھ روپے صرف کیے۔ اسی لیے تو میں اب چیلنج سے کہتا ہوں کہ مرزا طاہر اپنے دور میں یہ جو دعویٰ کیا کرتے تھے کہ سندھ میں اُن سے بیعت ہونے والوں کی تعداد تین کروڑ ہے، یہ دعویٰ بالکل جھوٹ پر مبنی ہے۔ سندھ میں قادیانیوں کی تعداد 30 ہزار سے زیادہ نہیں ہے اور وہ لوگ بھی پیسے کی آکسیجن پر زندہ ہیں۔ باقی جو کروڑوں کے دعوے ہیں، وہ سب کاغذی کارروائی ہے۔''

''میری کارکردگی کو دیکھتے ہوئے 2001ء میں جماعت نے میری پوسٹنگ صوبائی نائب ناظم جماعت احمدیہ کے طور پر سندھ میں کردی۔ یہاں میں نے قادیانیت کے پرچار کے لیے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے روپ میں کام کا آغاز کیا اور میرپور خاص میں ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی سے چند روز عملی تربیت لینے کے بعد مٹھی، نگرپارکر اور دوہتڑ کے مقام پر تین کلینک قائم کیے۔ میں چیک اپ اور دوا کے صرف دس روپے لیتا تھا۔ میرے کلینکس پر صبح سے شام تک رش رہتا۔ ان علاقوں میں غربت بہت ہے اور میں اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتا تھا۔ آنے والے مریضوں کو مفت دوا کے ساتھ ان کی کچھ مالی معاونت بھی کرتا تھا۔ کبھی کبھی ٹافیوں کے پیکٹ لے کر کسی گاؤں پہنچ جاتا اور بچوں اور بڑوں میں ٹافیاں تقسیم کرکے جماعت احمدیہ کے رکنیت فارم پر انگوٹھے لگوالیتا اور ان میں مسلمان ہی نہیں ہندو بھی شامل ہوتے تھے۔ صرف اندرون تھرپارکر میں ہم نے 420 کلینکس کھول رکھے تھے اور میں ان سب کا انچارج تھا۔ میں نے بطور مربی دس سال کے عرصے میں 1372 لوگوں کو قادیانی بنایا جن میں سے 300 کا تعلق پنجاب سے تھا۔ سندھ میں میرا رہن سہن بڑا شاہانہ تھا۔ جماعت نے نقل وحرکت کے لیے پہلے مجھے گھوڑا فراہم کیا جس کی دیکھ بھال کے لیے میں نے تین مقامی لڑکے ملازم رکھے ہوئے تھے جنہیں میں 200 روپے فی کس ماہانہ تنخواہ دیتا تھا۔ جلد ہی مجھے نئی لینڈ کروزر دے دی گئی۔ میری کارکردگی بھی بڑی زبردست تھی۔ اس سب کے باوجود میں نے جماعت سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیوں کیا۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔''

(جاری ہے)